السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

روزہ کی حکمت

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

روزہ کی حکمت

(ازمولوی عبدالرحمن صاحب مدرس مدرسہ کوٹ رادھاکشن ضلع لاہور)

الحمد للہ!جملہ اہل اسلام کوماہ رمضان مبارک ہو۔ خاکسار جیسا ہیچمدان ماہ رمضان کی فضیلت کولکھے توکیالکھے جب کہ اس بابرکت ماہ میں ازروئے آیہ کریمہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ فرقان حمید جیسی کتاب مبین کا نزول ہو۔ گویااس پاک مہینے میں خداوندعالم نےاپنے فضل وکرم سےاپنے بندوں پراپنی برکات کبیرہ اورانعامات کثیرہ کے باب کوواکیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس مبارک مہینے میں اللہ تعالیٰ کی جس قدر برکتیں اس کے بندوں پرنازل ہوتی ہیں۔ اتنی کسی اور مہینے میں نازل نہیں ہوتیں۔ صوفیائے کرام نے ماہ رمضان کو تنویر القلب کےلیے مفید لکھا ہے کہ اس میں کثرت سے مکاشفات ہوتے ہیں، اور نماز تزکیہ نفس کرتی ہے۔

الحمد للہ!اسلام نے ماہ رمضان کے اس عالمگیر فیض کومد نظر رکھتے ہوئے اسی ماہ میں آوازوں کا انضباط کیا۔ جب کہ روزہ تمام عملیات کے ثوابات سے زیادہ ثواب رکھتا ہے، اور بلحاظ اپنی نوعیت کےجملہ عبادات الٰہیہ سے بے نظیر ہے، سچ تویہ ہے کہ روزہ تزکیہ نفس کے حق میں اکسیر اور عذاب دوزخ سے نجات دلانے کےلیے ڈھال کا حکم رکھتا ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ((اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ)) ''یعنی ماہ رمضان کے روزے انسان کےلیے عذاب دوزخ سے بچانے کےلیے توڈھال ہیں۔'' تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انسان روزہ رکھنے سے تمام قسم کے گناہوں سے مخلصی پالیتا ہے، اگر روزہ کے حقیقی معنوں پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت بخوبی ذہن نشین ہو جائے گی کہ روزہ انسان کوکس طرح تمام گناہوں سے پاک وصاف کردیتا ہے۔

روزہ کوعربی زبان میں صوم کہتے ہیں، اور صوم کے معنی عربی لغت میں رکنے، خاموش رہنے اور بلند ہونے کے ہیں۔ وجہ یہ کہ صایم کو حالت صوم میں اکل و شرب اور جماع وغیرہ سے رکنا پڑتا ہے، اور گلہ و غیبت، واہیات و خرافات سے اور دیگر ہر قسم کے لاحاصل امور سے اجتناب کرنا لازمی امر ہوتا ہے، ورنہ اس کا روزہ خدا کے ہاں کچھ حقیقت نہیں رکھتا بلندی کے معنی اس لیے کہ روزہ خدا کی بارگاہ میں میں تمام عبادتوں سے زیادہ بلند درجہ رکھتا ہے، پس ثابت ہوا کہ روزہ دار کو روزہ کی مذکورہ بالا پابندیاں واقعی ایک زاہد وپارسا بنا دیتی ہے، اور یہ روزہ ایک بڑا بھاری معجزہ ہے، چنانچہ قرآن مجید میں خود اللہ تعالیٰ نے روزہ کی علت غائی یوں بیان فرمائی:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

''یعنی حکم یہ ہوا تم پر روزہ کا جیسے کہ حکم تھا تم سے پہلی قوموں پر، (پھر فرمایا) روزہ رکھنے کا امر اس لیے نازل ہوا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔''

اللہ اکبر خداوند کریم کا یہ کتنا احسان ہے کہ اس نےاپنے بندوں کو محض متقی بنانے کی خاطر روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ القصہ روزہ ہمارےلیے بے شمار فوائد رکھتا ہے، جن کی تفصیل کےلیے ایک دفتر کی ضرورت ہے، لہٰذا ہم نہایت اختصار سے اس کی خوبیاں وحکمتیں ذیل میں لکھ کر دشمنان اسلام کو دکھاتے ہیں کہ ہمارا اسلامی روزہ کتنی بڑی حکمت پر مبنی ہے۔

(۱) انسانی فطرت اس بات کو چاہتی ہے کہ نفس ہمیشہ عقل کے ماتحت رہے، چونکہ روزہ بھی نفس کی کسی خواہش کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی، بلکہ اس کی ہر تمنا کو دبانا روزہ دار کا فرض اولین ہوتا ہے، لہٰذا نفس امارہ عقل کی ماتحتی میں بخوشی کام کرنے لگ جاتا ہے۔

(۲) انسان احسان فراموش واقع ہوا ہے۔ ہم دن رات اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاتے پیتے ہیں۔ لیکن شکرگزاری کا نام تک نہیں لیتے، اور یہ امر مسلمہ ہے کہ اگر کسی کی کوئی محبوب ومرغوب چیز کچھ عرصہ تک گم رہے تو اس کو اس کی قدر معلوم ہوتی ہے، یہی حال روزہ دار کا ہے، سارا دن کھانا پینا متروک ہونے کی وجہ سے اس کو شام کے وقت قدر معلوم ہوتی ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حقیقی شکرگذار رہتا ہے۔

(۳) چونکہ انسان کو روزہ میں بھوکا پیاسا رہنا پڑتا ہے۔ اس لیے اس میں مساکین وفقراء کے ساتھ حقیقی مروت وہمدردی کرنے کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ جن امراء نے کبھی بھوک پیاس دیکھی ہی نہیں وہ غرباء کے احوال سے کب آشنا ہوسکتے ہیں بقول حافظ ع

کجا وانند حال ما سبکساران ساحل ہا

عشق و محبت کے اس تقاضے کو ایک عاشق بخوبی جانتا ہے کہ جب یاد معشوق اس کو بے قرار کر دیتی ہے، تو وہ کھانے پینے کو ترک دیتا ہے، دنیا کی دل کش سے دلکش چیزیں موجود ہوتی ہیں، مگر عاشق کا دل کسی کو بھی نہیں چاہتا۔ یہی حال روزہ میں روزہ دار کا ہے، حکم الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے اس کی محبت اور جبروت و عظمت حضرت انسان کو اکل و شرب کا صحیح تارک بنا دیتی ہے، کیا اس سے زیادہ کوئی اور عشق و محبت ہو سکتی ہے، جب کہ حضرت انسان محض اللہ تعالیٰ کےلیے ماہ رمضان کے آنے پر معاًان نعمائے الٰہی کو ترک کر دیتا ہے جن کو کہ وہ اس سے پہلے دن رات کھانے پینے کا عادی تھا۔ (۴)

علم النفس کے ماہرین اس مسئلہ کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ قدرت نے انسان میں قوااس ترتیب سے رکھے ہیں کہ ایک قوت کی مدد سے دوسری قوت تربیت پاتی ہے۔ اگر اس قدر اصول و قانون پر روزہ کی حقیقت کو دیکھا جائے تو روزہ میں سو بات کی ایک بات جو نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ جب حالت روزہ میں حکم اللہ کے مطابق حلال چیزوں کو چھوڑ دینے کی طاقت ترقی پا لیتی ہے، پھر اس کی مدد سے حرام اشیاء کو ترک کرنے کی قوت خود بخود ہی تربیت پا جاتی ہے، کیونکہ یہ تو غیر ممکن ہے جو شخص خوف الٰہی سے حالت روزہ میں حلال اشیاء کو ترک کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہے، وہ حرام چیزوں اور دیگر ہر قسم کے امور ممنوعہ کو نہ چھوڑے۔ (۵)

چونکہ روح اور جسم میں ایک خاص تعلق ہے، اس لیے اطباء نے جہاں جسم کو سال میں ایک دفعہ مسہل دیا جانا ضروری خیال کیا ہے، وہاں طبیب حقیقی نے بھی روح کےلیے سال کے بعد ایک بار روزہ کا مسہل فرض کیا تاکہ مواد فاسدہ اور غلیظ خلطیں جمع ہو کر جسم و روح کو خراب نہ کر دیں۔ (۶)

مخالفین اسلام اکثر اوقات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمان روزہ رکھ کر یوں ہی بھوکے پیاسے مرا کرتے ہیں۔ بھلا اس میں کیا فائدہ ہے، سو عرض ہے کہ بھوکا و پیاسا رہنا حضرت انسان کےلیے زحمت نہیں۔ بلکہ رحمت ہے، حکماء سے جا کر پوچھ لیجئے گا کہ انسان کو کئی ایک بیماریاں ایسی لاحق ہوتی ہیں۔ جن کا علاج صرف بھوک پیاس ہی ہوتا ہے، اور بس۔ (۷)

جس طرح جسمانی صحت کےلیے اطباء نے بھوک پیاس کو مفید خیال کیا ہے، ایسا ہی زاہدوں اور عابدوں نے بھوک کو تزکیہ نفس و صفائی کےلیے اکثر ثابت کیا ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات ہیں۔ (۸)

''الف) : ((الجوع سیّد العمل)) ''یعنی بھوک تمام عملوں کی سردار ہے۔)

''ب) : ((الجوع مخ العبادۃ)) ''یعنی بھوک تمام عبادتوں کا مغز ہے۔)

''ج) : ((الجوع طعام الانبیاء)) ''یعنی بھوک نبیوں کی خوراک ہے۔)

(د) : ((طهروا قلوبكم بالجوع لتنظروا الی عظمة اللہ تعالیٰ)) ''یعنی تم اپنے دلوں کو بھوک سے صاف کرو تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت کو دیکھ سکو۔'' (۱)

(راقم مضمون نے ان روایات کو بغیر حوالہ ہی نقل کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (محمد داؤد راز (۱)

(الغرض بھوک و پیاس تزکیۂ نفس کےلیے ایک کامل ذریعہ ہے، جس کا نبیوں کے علاوہ رشیوں اور میمنوں نے بھی اعتراف کیا ہے۔ (۱۲ جون ۶۵ئ) فتاویٰ ثنائیہ

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

[فتاویٰ علمائے حدیث]

جلد 06 ص 89

محدث فتویٰ